رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض بجا لانے والا اکیلا اخبار

نور

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے [illegible]
〃 ششماہی 〃 [illegible]
〃 امراء سے [illegible]
〃 غیر ممالک سے ۸ شلنگ

مقاصد

(۱) اسلام کی [illegible] اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر [illegible] حقیقت [illegible] حقیت اسلام
(۲) سکھوں اور [illegible] کے اہم فرائض [illegible]
(۳) دیگر مذاہب [illegible] جواب دینا [illegible]
(۴) [illegible] اور [illegible] مستحکم کرنا [illegible]

جلد ۱۵ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ دودوان برہمچاری | نمبر ۱۶

زنبیل

جس طرح خون جگر سے نور کا آغاز [illegible] کی اس کا بہتر اندازہ مجھ جیسا دل ہی لگا سکتا ہے۔ سکھ مذہب کے متعلق نقد میٹریل مہیا کرنے کے لئے نہ میں نے دن دیکھا۔ اور نہ رات۔ دلی شوق سے مدت تک رات کے دو دو بجے تک یہ مفید مصالحہ مہیا کرتے ہیں۔ دیدہ ریزی کی مجھے تو کوئی دعویٰ نہیں۔ مگر دوست دشمن یہ مانتے ہیں۔ کہ ایڈیٹر نور نے سکھوں میں بے نظیر کام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی فرماتے ہیں۔ "دشمن سے دشمن بھی نور کی تعریف کرتے ہیں۔ پھر کس قدر افسوس ہوگا۔ اگر ہم قدر نہ کریں۔" (۲۷ دسمبر ۱۹۲۴ء)

نور کے مضامین تبلیغ کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں۔ نور نے سکھوں میں بہت کام کیا۔ نور کے ذریعہ سکھوں میں تبلیغ کیلئے دروازہ کھل گیا۔ اس اخبار کے مطالعہ سے کئی سکھوں کے خطوط آئے۔ جو اسلام کے بہت قریب ہیں۔ نور کے مضامین پڑھ کر ایک سکھ ایسا متاثر ہوا۔ کہ اس نے مجھے خط لکھا۔ مگر نور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے۔ اس طرف خاص توجہ ہونی چاہیئے۔ (۲۷ دسمبر ۱۹۲۵ء)

روزانہ اکالی امرتسر جو سکھوں کا مشہور آرگن ہے۔ اپنے ۱۵ جنوری ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ

"مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے۔ آپ کئی درجن مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں کے دونوں توحید پرست اقوام میں رشتہ اتحاد زیادہ مضبوط ہو۔ اور آئے دن اذان اور جھٹکے کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں"

جہاں تک کام کا سوال ہے۔ میری روح خوش ہے مگر جب عدم توجہی کی طرف دیکھتا ہوں۔ مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔ دو چار نہیں بیسیوں میرے مباحثات سکھوں اور آریوں سے ہوئے۔ ۱۹۱[illegible]

[illegible] نے پر میدان [illegible] میری حالت ٹھیک اس قسمت کے دھنی جرنیل کی طرح ہے جس نے ہر میدان میں فتح پائی۔ اور رفقاء کے نہ ہونے سے آخر تھک کر بیٹھ گیا۔ مگر اس کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ یکم دسمبر کو نور کی اشاعت ۲۵۰ تھی۔ سالانہ جلسہ پر حضرت کے ارشاد اور ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی سعی سے ۴۰ کا اضافہ ہوا۔ گویا کل خریداری ۲۹۰ ہے۔ اس خریداری پر کوئی پرچہ زیادہ دیر کے لئے قائم نہیں رہ سکتا۔ اخبار کے جاری رکھنے کیلئے کم از کم ۶۰۰ خریداروں کی ضرورت ہے۔ اگر نور کے موجودہ خریدار کم از کم ایک ایک خریدار مہیا کر دیتے۔ تو نور کے مالی مشکلات کا سوال ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی حل ہو سکتا تھا۔ یا ہر ایک دوست اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے سکھوں یا آریوں کے نام اخبار جاری کروا دیتا۔ جو جہاں ایک طرف غیر مذاہب میں تبلیغ کا ایک نیا باب کھل سکتا تھا۔ وہاں دوسری طرف نور بھی مالی مشکلات سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ مگر دوستوں نے اس طرف توجہ فرمانا ضروری نہ سمجھا جس سے مجبور ہو کر آج نور تاوقتیکہ اسکی بہتری کے سامان خدا پیدا نہ کرے مجبوراً آپ سے رخصت ہوتا ہے۔ اچھا [illegible]

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر پریس ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر محمد یوسف پبلشر و پروپرائٹر کیلئے قادیان سے شائع ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس موقعہ پر دفتر دعوۃ و تبلیغ کا کیا فرض ہے۔ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اگر آپ کے نزدیک سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام ضروری ہے۔ تو آپ کو اس آڑے وقت میں محض زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ عملی رنگ میں مدد کرنی چاہیئے۔ اس وقت دس یا بیس خریداروں کا اضافہ نور کو بچا نہیں سکتا۔ بلکہ کم از کم دو صد خریداروں کی ضرورت ہے۔ نور نے پندرہ سال تک جو کچھ بھلا برا دعوۃ و تبلیغ کا کام کیا وہ کوئی احسان نہیں۔ بلکہ میرا فرض تھا۔ مگر اس وقت جب کہ نور آخری دموں پر ہے۔ دفتر دعوۃ و تبلیغ کا بھی کچھ فرض ہے۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

اور اگر دفتر موصوف کے نزدیک سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت نہیں۔ یا تو وہ اس فرض کو ادا نہیں کر رہا۔ تو پھر ایسے پرچہ کا بند ہونا ہی اچھا ہے۔

نور قریباً اڑھائی سال سے سخت خسارہ پر چل رہا تھا۔ غالباً آج سے ایک سال قبل نور بند ہو گیا ہوتا۔ مگر گذشتہ سال اچانک ارتداد کی طغیانی نے مجبور کر دیا۔ کہ نور کو خسارہ سے بھی جاری رکھا جائے۔ اسلام پر اس مشکل وقت میں اللہ نے جو اس خاکسار کو تصانیف اور اخبار کے ذریعہ خدمت اسلام کی توفیق دی۔ اس کے لئے زمیندار۔ ریاست۔ مسلم آؤٹ لک۔ اتحاد اسلام وغیرہ اخبارات نے لکھا کہ آج تک ارتداد کی طغیانی کو روکنے کے لئے جس قدر تصانیف شائع ہوئیں۔ اڈیٹر نور کی تصانیف اس میں خاص امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب سے اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ تبلیغ اسلام میری روح کی غذا رہی ہے۔ اب جب کہ میں نور کو بند کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ مستقبل میں کچھ کمی واقع ہو جائے۔

مگر اس کے لئے میں بہت کم ذمہ دار ہوں۔ کل میں ایک عربی کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ جب میری نظر ان اشعار پر پڑی۔ تو میں پھڑک اٹھا۔ شاعر کہتا ہے۔

لا استطیع سلوّاً عن مودّتها
او یصنع الحبّ بی فوق الذی صنعا
ادعو الی ھجرھا قلبی فیسعدنی
حتی اذا قلت ھذا صادق نزعا

یعنی مجھے اس کی دوستی سے بے پرواہ ہونے کی طاقت نہیں۔ اگرچہ عشق اس سے بھی زیادہ میرے ساتھ دُرگت کیوں نہ کرے۔ جو وہ کر چکا۔ میں اپنے دل کو اس کی جدائی کی طرف بلاتا ہوں پس وہ میری مدد کرتا ہے۔ جہاں تک کہ جب میں کہتا ہوں۔ کہ یہ سچ ہے۔ تو وہ پھر اُکھڑ جاتا ہے۔ بیشک یہ مذکورۃ الصدر اشعار کسی مہجور عاشق کی انتہائی بے بسی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ شاعر نے یہ میرے ہی لئے وضع کئے تھے۔ تو یہ عین درست ہو گا۔ یعنی تیسرے مصرعہ میں "ادعو" کی جگہ "یدعا" رکھا جائے۔ اور معشوق کی بجائے تبلیغ اسلام کو جگہ دی جائے۔ تو پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ اڈیٹر نور کے لئے نہیں کہے گئے۔

کچھ لینا اور کچھ دینا - قریباً چار ہزار روپیہ لوگوں کی طرف بقایا ہو گا۔ مگر وصولی کی بظاہر کوئی توقع نہیں۔ لینا اور دینا کسے یاد نہیں ہوتا۔ اگر دوست سمجھیں تو پھر باقی ورنہ سوائے خیر کہنے کے چارہ ہی کیا۔ برخلاف اس کے میں نے بھی کچھ دینا ہو گا۔ میری مالی حالت آج کل اس قدر کمزور ہے۔ کہ صرف اللہ کے رحم پر ہی بھروسہ ہے۔ میں اللہ کے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔ انشاء اللہ زیادہ دیر کے لئے یہ حالت نہیں رہے گی۔ بیشک بظاہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔ مگر افق مشرق پر امید کی سفید دھاریاں نظر آ رہی ہیں۔ اگر دوست نقد لینا چاہیں۔ تو براہ کرم مجھے حالات کے بہتر ہونے تک مہلت دیں اور اگر اس کے عوض میں نور بکڈپو سے کتب لینا چاہیں۔ تو حسب ذیل کتب میں سے حسب منشا لے سکتے ہیں۔ ہندو دھرم کی حقیقت ۸ر۔ آریہ مذہب کی حقیقت ۸ر۔ ایک آریہ کے چھ سوالوں کا جواب ۸ر۔ ہندو دھرم و سوراج ار۔ قضیہ گائے پر تنقیدی نظر ۸ر۔ وید و قربانی ار۔ ست اپدیش ۸ر۔ سکھ و اذان ار۔ اذان کا گورمکھی ترجمہ ار۔ گوروکی بانی گورمکھی ۸ر۔ مسلمانوں کے احسان سکھوں پر۔

ابھی بہت کچھ باقی - سکھوں میں دو اقسام کے گرنتھ معتبر مانے جاتے ہیں۔ اوّل شری گرنتھ صاحب وادال بھائی گورداس جی دسم گرنتھ وغیرہ۔ دوم تاریخ گورو خالصہ جنم ساکھی سورج پرکاش وغیرہ کئی ایک گرنتھ شامل ہیں۔ اول الذکر کے متعلق تو کسی حد تک روشنی پڑ چکی ہے۔ البتہ موخر الذکر یعنی تواریخ سکھ مذہب کے متعلق ابھی کام کیلئے میدان بہت وسیع ہے۔ اور تاریخی پہلو سے ہندوؤں نے سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف بدظن کیا ہے وہ شری گورو گوبند سنگھ اور آپ کے صاحبزادگان وغیرہ کے غلط طور پر مشہور واقعات کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں جنہوں نے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان تنفر اور کشیدگی کی وسیع خلیج حائل کر رکھی ہے۔ اور سکھ تاریخ میں مسلمانوں پر ان غلط اتہام کے زہر کا بہترین تریاق موجود ہے۔ جس کے لئے محنت اور تدبر کی ضرورت ہے۔ اگر دوست حوصلہ افزائی کرتے۔ تو اس شق میں بھی بفضل خدا خاکسار اڈیٹر نور کام کر کے دکھلا دیتا۔ مگر میرا الیا کہنا جنگل میں آواز دینا ہے۔ اگر دوست نور کے کام کی قدر کرتے۔ اور سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے شعبہ کو اپنے پروگرام میں کوئی جگہ دیتے۔ تو آج نور کا یہ حشر نہ ہوتا۔

مبارکباد

یہ امر کمال انبساط سے سنا جائیگا کہ جناب خان بہادر میرزا سلطان احمد خانصاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر کے صاحبزادہ جناب میرزا رشید احمد صاحب کا نکاح حضرت میاں بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ کے صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ کے ساتھ پانچ ہزار حق مہر پر ۵ اپریل کو ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھا۔ اڈیٹر اور ناظرین نور کی طرف سے فریقین کو تہ دل سے مبارک باد دیتا۔ اور دعا گو ہے کہ یہ نکاح طرفین کیلئے رحمت اور برکت کا موجب ہو۔ ناظرین بصدق دل سے آمین کہیں۔

ضروری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار نور

قادیان دار الامان مورخہ ۷ مئی ۱۹۲۴ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھ مسلمان ہیں یا مسلمان سکھ ہیں

(از قلم جناب سردار جیون سنگھ صاحب ہند و باغ)

تین چار سال ہوئے۔ میں نے ایک کتاب موسومہ تکذیب قادیانی مصنفہ سردار امر سنگھ صاحب سابق اڈیٹر لایل گزٹ (حال اسیر حکومت) دیکھی تھی۔ جو شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کے کسی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس میں دوزخ۔ بہشت اذان۔ نماز۔ روزہ وغیرہ اسلامی اصولوں کی تردید کی گئی تھی۔ اور ثابت کیا گیا تھا۔ کہ ستگورو بابا نانک دیوجی اسلام کے معتقد نہ تھے۔

اس کتاب کے نفس مضمون و طرز تحریر کے متعلق اس وقت بھی میں نے ایک دو مضامین تردید میں لکھے تھے۔ جو شاید اخبار الفضل اور نور میں شایع ہوئے تھے۔ اب سلسلہ میں ذیل میں بتلاتا ہوں۔ کہ جس صورت میں ان باتوں کا ذکر ہماری (سکھوں کی) کتب مقدسہ میں صاف الفاظ میں موجود ہے۔ تو پھر اذان سن کر خواہ مخواہ ہمارا کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینا۔ اور طیش میں آکر کبھی کبھی فوجداری پر بھی آمادہ ہو جانا۔ اور بہشت دوزخ کو ایک توہم خیال کرنا۔ بعید از دور اندیشی و تجاہل عارفانہ نہیں تو کیا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ سری گورو بابا نانک دیوجی مسلمان تھے۔ نہیں۔ قطع نظر اس کے مجھے تو صرف یہ دکھلانا مقصود ہے۔ کہ ان کو اسلام کے مذہبی اصول و کتب مقدسہ کے ساتھ کوئی چنداں تضاد و تخالف نہ تھا۔ اگر ان کے نزدیک کوئی خاص اختلاف ہوتا۔ تو پھر جنم ساکھی۔ اور سری گورو گرنتھ صاحب میں ایسے صاف الفاظ درج نہ ہوتے۔ جن سے اسلام کے اصولوں کی سر بسر تائید ہوتی ہو۔ اس مختصر مضمون میں بخوف طوالت میں صرف ایک ایک مستند حوالہ دینے پر اکتفا کرونگا۔ ناظرین بغور ملاحظہ فرماویں۔

دوزخ جنم ساکھی صفحہ ۲۳۷ سطر ۲۳ و ۲۴۔ بادشاہ تے کھلتے دی ساکھی

بابا جی نے لاجورو بادشاہ عرب کو فرمایا:۔

"کہ ظلم چھوڑ دے۔ تاں تو بخشا جایگا۔ نہیں تاں دوزخ دی اگن تیرے واسطے تیار ہے"

جنم ساکھی صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹۔ ساکھی اک پٹھان دی۔ بابا جی نے فرمایا ہے

"ایتھے توں خدا ایدا نام لیندا ہیں۔ مسئلے پڑھدا ہیں۔ اتے شہر وچ جا کر مکر دیاں بچیاں اڈ دا ہیں۔ اور غریباں نو ہو نچوڑ دا ہیں۔ ایناں باتاں دی خدا تینوں سزا دیگا۔ تے دوزخ وچ فرشتے سٹن گے۔

گویا اس ایڈیشن میں بڑے کام کا نتیجہ دوزخ قرار دیا گیا ہے۔ اور فرشتوں کا وجود بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر ان کا کوئی وجود نہ ہوتا۔ تو پھر اس قسم کی دھمکی دینے کی ان کو کیا ضرورت تھی۔

بہشت اور عزرائیل صفحہ ۸۸۵ گ رام کلی محلہ ۵:۔ کوئی کہے ترک کوئی کہے ہندو۔ کوئی باچھے بہشت کوئی سرگ ہندو

صفحہ ۹۵۱ گ محلہ پہلا سطر ۱۸:۔ راہ دسائے اتھے کو جائے۔ کرنی باجھوں بہشت نہ پائے

صفحہ ۱۰۹۳ گ مارو محلہ ۵:۔ پیر پچھانے بہشتی سوئی۔ عزرائیل نہ دوزخ ٹھہرا

گویا فرمان ہے۔ کہ کسی کو بہشت کی خواہش ہے۔ کسی کو سرگ کی۔ بغیر اعمال نیک کے بہشت حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس نے اپنے مرشد کامل کی مرضی کے مطابق عمل کیا۔ وہ مستحق بہشت قرار دیا گیا۔ بر خلاف کرنے والے کو عزرائیل پر کوئی الزام نہیں لگانا چاہیئے۔ یا بہ الفاظ دیگر اس کو اپنے اعمال بد کا پھل بھوگنا ہوگا۔ گویا اس کلام سے صاف ہویدا ہے۔ کہ جس شخص کا یہ کلام ہے۔ وہ بالیقین بہشت و عزرائیل کا معترف تھا۔ اور ان دونو کے وجود کا ان کو اعتراف تھا۔ نہ کہ انکار۔

اذان۔ نماز۔ روزہ صفحہ ۱۰۸۳ گ مارو محلہ ۵:۔ خدا ایک بجھ دیو بانگا (خدا کو واحد لاشریک جان کر اذان دو۔)

صفحہ ۱۱۰۰ سطر ۸ پوڑی:۔ روجا۔ بانگ۔ نواج۔ کتیب۔ ون۔ بجھے جاسی

روزہ۔ بانگ۔ نماز۔ قرآن۔ بن۔ جاننا۔ ضائع ہوگا۔

گویا خدا کو واحدہ لاشریک مانتے ہوئے اذان دینا لازم ہے۔ اور بغیر خدا کو جانتے ہوئے اور عدول حکمی کرتے ہوئے اگر دکھلاوے کی نماز اور روزے ہونگے۔ تو وہ رائیگاں جاوینگے۔ کیا خوب اور صاف پاکیزہ کلام ہے۔ کسی دشمن کو بھی اس کے ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیئے۔

اب ان شبدوں کا صاف اور صریح مطلب یہی ہے۔ کہ اکال پورکھ کو واحدہ لاشریک جان کر اگر ان اصولوں کی پابندی کی جاوے۔ تو عاقبت کے سدھار کا یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ تو بتلایئے؟ کہ سکھوں اور مسلمانوں کے طرز عبادت میں کونسا بیّن فرق رہ گیا۔ اگر محققانہ نقطۂ نگاہ سے دیکھا جاوے۔ تو کہنا پڑے گا۔ کہ سکھ مذہب بمقابلہ ہندوؤں کے مسلمانوں کے زیادہ تر قریب ہے۔ اور روزمرہ کے باہمی کشمکش و اختلافات محض جہالت و لاعلمی ہے۔

بایں ہمہ ناظرین خود دو چار کریں۔ کہ سکھ مسلمان ہیں۔ یا کہ مسلمان سکھ ہیں سردست میں اس کے جواب میں خاموش رہونگا۔ اور اپنا خیال محفوظ رکھونگا۔

(نوٹ) دسویں پادشاہ جی ہیں ایکو سروپ۔ ہوے ایکا ہی روپ سے دس سروپ کے مصداق سکھوں کے نزدیک دسوں بادشاہوں کے کلام میں کسی قسم کا امتیاز نہیں ہے۔ اس لئے ناظرین پہلی بادشاہی اور پاتشاہیوں میں جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ کوئی فرق نہ سمجھیں۔

وید اور ڈاڑھی

(ایک محقق کے قلم سے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اڈیٹر صاحب پرکاش نے اپنے ۱۱ مئی کے پرچہ میں "مسلمان اور ڈاڑھی" کا عنوان قایم کر کے مسلمانوں پر مضحکہ اڑایا ہے۔ مگر اس میں غالباً ان کا چنداں قصور نہو۔ کیونکہ ہر مذہب میں رفتہ رفتہ چند ایسی باتیں اور رسوم بھی مل جاتی ہیں۔ جو مذہب کی بعض ہدایات سے گونہ مغائر ہوتی ہیں۔ مذہب اسلام میں ڈاڑھی کا رکھنا شعائر اسلام میں سے سمجھا گیا ہے لیکن یہ کہیں نہیں آیا۔ کہ جو شخص غلطی سے ڈاڑھی نہ رکھے۔ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ہندوستان میں ہی نہیں۔ دیگر اسلامی ممالک میں بھی بہت سے لوگ ڈاڑھیاں رکھتے ہیں۔ اور اکثر منڈواتے بھی ہیں۔ لیکن باوجود اسبات کے بھی انہیں منڈوانے پر اصرار نہیں ؂

یورپ میں جہاں ڈاڑھی اور مونچھیں دونوں چٹ صفا رکھنے کا زیادہ تر رواج ہے۔ ڈاڑھی والے بھی بہت سے لوگ ملتے ہیں۔ کوئی لمبی بھی رکھتا ہے۔ اور کوئی کم۔ ہندوؤں میں بھی اکثر لوگ اگر ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں۔ تو اکثر لوگ رکھتے بھی ہیں۔ بعض برادران وطن کم رکھتے ہیں۔ اور بعض زیادہ۔ سکھ لوگ جو دراصل ہندوؤں ہی میں سے ہیں ڈاڑھی رکھنا گویا فرض جانتے ہیں۔ ان میں سے فی ہزار ایک بھی منڈواتا نہیں۔ اگر ڈاڑھی نہ رکھنا ہی اچھا ہے۔ تو زیادہ تر سکھ لوگ جواب دیہ ہو سکتے ہیں۔

اور یہ کہنا۔ کہ مسلمانوں میں ہی ڈاڑھی رکھنا زیادہ تر مستحسن سمجھا گیا ہے۔ غلطی ہے۔ وید شریف بھی ڈاڑھیوں کے حق میں ہے۔ پڑھو انیسواں ادھیائے منتر ۹۲ یجروید کا۔

(منتر ۹۲) اے انسانوں وہ جو پرم آتما کو اپنے آتما میں ساکشات کرتے ہیں بھیڑیوں کے بالوں کی مانند یا شیر کے بالوں کی مانند منہ پر ڈاڑھی مونچھ اور سر پر شیر کے بالوں کی مانند چوٹی کو بڑھاتے ہیں۔ ان کی آنکھ کان ناک وغیرہ اندریاں بڑے تیج اور کانتی کو حاصل کرتی ہیں

مسلمانوں کی ڈاڑھیوں کے معترض مہربانی کر کے اس ویدک ارشاد کو بھی پڑھیں۔ کہ چوٹی اور اور ڈاڑھیوں کے رکھنے سے پرم آتما کے ساتھ کیسی نسبت اور قرابت ہو سکتی ہے۔ اور کیسا تیج اور کانتی حاصل ہوتی ہے۔

اگر کسی مولوی صاحب نے ڈاڑھی نہ رکھنے پر اعتراض کیا۔ تو جس ہندو کے سر پر چوٹی نہ ہو۔ یا جو ہندو چوٹی نہ رکھے۔ وہاں ہندو اور آریہ کیا کچھ نہیں کہتے۔ جب کوئی شخص کسی ہندو کی چوٹی کاٹ دیتا ہے۔ تو کتنا شور اٹھتا ہے۔ گویا چوٹی کے کاٹنے سے یا نہ رکھنے سے آریہ اور ہندو ہی نہیں رہتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ

چند متعدد بالوں کا رکھنا ہندو مذہب کی ایک نشانی ہے۔ جب کوئی شخص شدہ ہوتا ہے۔ تو سن جملہ اور فرائض شدھیت کے چوٹی کا رکھنا بھی اس پر لازمی ہوتا ہے۔ اگر چوٹی نہ رکھنا یا چوٹی کا کاٹ دینا شعار ہندو مت کے خلاف ہے۔ تو کیا اسلام میں ڈاڑھی کا نہ رکھنا خلاف نہیں ہو سکتا۔ مسلمان تو ڈاڑھی منڈانے سے اسلام میں سے نہیں نکلتا۔ لیکن ہندو مذہب کے تو اکثر حصوں میں بہت کچھ نقص عائد ہوتا ہے۔ اب تک جتنے ملکانے شدھ ہوئے۔ ان کے سروں پر چوٹیاں رکھائی گئی ہیں۔ اور بعض برادران وطن تو ان کے ہندو ہونے پر یہ دلیل بھی لایا کرتے ہیں۔ کہ دیکھو وہ تو اب تک سر پر چوٹیاں بھی رکھتے ہیں۔

مسلمان ڈاڑھی کیوں رکھتے ہیں۔ یا اس پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اس واسطے کہ اس سے بقول وید شریف کے اپنے آتما میں پرم آتما کو ساکشات کرتے ہیں۔ اور ایک قسم کا تیج حاصل ہوتا ہے۔ کاش بعض لوگ دوسرے پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے مسلمات کو دیکھ لیا کریں۔ کیا ہم یہ پوچھ سکتے ہیں۔ کہ جو لوگ چوٹی کا رکھنا لازمی قرار دیتے ہیں۔ اور نہ رکھنے والے پر معترض ہوتے ہیں۔ وہ تو تنگ دل نہیں ہیں جبطرح مولوی لوگ ڈاڑھی کے بارہ میں تنگ دل ہیں۔

لوگ موتیوں کے سرمہ پر فریفتہ ہیں

اسلئے کہ یہ ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش۔ جلن۔ پھولا۔ جالا پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ ابتدائی موتیابند۔ غرضیکہ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے عینک کی حاجت نہیں رہتی۔ قیمت فی تولہ عہ۔ علاوہ محصولڈاک۔ تصدیق کیلئے تازہ شہادت ملاحظہ ہو۔

افسر شفاخانہ جات کی شہادت

مولانا المکرم میر محمد اسحاق صاحب سابق افسر شفاخانہ جات انگریزی دیونانی قادیان حال سینیر پروفیسر احمدیہ کالج قادیان لکھتے ہیں۔ کہ مجھے ککروں کی شکایت مدت سے تھی کتاب کے مطالعہ سے خارش۔ جلن۔ پانی بہنا یہ عوارض زور پکڑ جاتے تھے۔ مکرمی جناب شیخ محمد یوسف صاحب کے موتیوں کے سرمے سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پتہ

مینیجر کارخانہ موتیوں کا سرمہ دفتر نور نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

علمی لوٹ

آج ہی ایک کارڈ لکھدو

آج کل نور کا فنڈ بہت کمزور ہے۔ لہذا صرف تھوڑے عرصہ کیلئے حسب ذیل معرکۃ الآراء ۱۵ کتب کا سٹ بجائے ۶ روپے ۱۲ آنے کے ۲ روپے اور ۱۲ آنہ محصولڈاک کل ۳ روپے ۱۵ آنے کو ملیگا۔ ہندو دھرم کی حقیقت۔ آریہ مذہب کی حقیقت۔ پروفیسر رام دیو کا جواب۔ ہندو دھرم و سوانح وید و قربانی۔ قرآن مجید اور وید۔ باوا نانک کا مذہب۔ ست اپدیش۔ سکھ و اذان اذان کا گورمکھی ترجمہ۔ گورو کی بانی۔ مسلمانوں کے احسان سکھوں پر حضرت مسیح موعود کا ذکر۔ جھوک مہدی۔ جلدی درخواست کریں۔ پھر یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ (مینیجر نور قادیان ضلع گورداسپور)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

(از قلم مکرم و معظم سردار جیون سنگھ صاحب۔ ہندو باشی)

کسی انتہائی یاس و حسرت کے رونما ہونے پر معاً منہ سے نکل جاتا ہے۔ کہ

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جبکہ کسی کے تمام جائز آرزؤں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور اس کی آئندہ کامیابی کی امیدوں پر اوس پڑ جاتی ہے۔ اور تمام ترسعی و کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ تو اس وقت بے ساختہ یہی فقرہ کہا جاتا ہے۔ میں بحالات موجودہ اس فقرہ کا اطلاق اخبار "نور" پر کرتا ہوں۔ اور اس اجمال کی یوں تفصیل کرتا ہوں۔

قبل ازیں چند مرتبہ میں نے قابل ایڈیٹر اخبار نور کی طرف سے قلیل الاشاعتی کی شکایات و دردناک اپیلیں پڑھیں۔ مگر ان سب کو میں نے رواجی اور سطحی نقطہ نگاہ سے دیکھا۔ اور ایک تجارتانہ انداز پر تعبیر کر کے چنداں محسوس نہ کیا مگر اب خاص طور پر معتبر ذریعہ سے یہ معلوم کر کے کہ اخبار "نور" جس کو ہر ایک وسیع قلب انسان بلا تصنع گلدستہ اخبار" کا خطاب دینے پر مجبور ہوگا۔ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۴ء سے بند ہوتا ہے۔ مجھے از حد رنج و افسوس ہوا۔ مجھے قطع نظر اپنے مذہب کے اخبار نور سے ایک خاص انس ہو گیا تھا۔ اس لئے اب تقاضائے بشریت اس کے آخری جھلک کو اپنی آنکھوں کے سامنے جاں دیکھکر سوائے اس کے کہ میں صرف انا للہ و انا الیہ راجعون کا فقرہ کہہ دوں۔ اور کسی قسم کی مالی ہمدردی کے قابل نہیں ہوں۔ کیونکہ اتنی آسودہ حالی نہیں ہے۔ کہ میں اکیلا ہی نور کے مالی حالت کو بہتر بنا سکوں۔ اور اس کی قلیل الاشاعتی کا گلہ بھی رفع کر سکوں گو اس کا مجھ پر بہت حق ہے۔ کیونکہ گذشتہ دو سال سے قابل اور فراخ دل ایڈیٹر مجھے پرچہ نور ارسال فرماتا رہا ہے۔ کاش کہ میں بہمہ وجوہ عوض معاوضہ گلہ ندارد کے مصداق کسی قسم کی امداد پیش کر سکتا۔ مگر یہاں تو یہ حالت ہے۔ کہ

"آپ میاں منگتے باہر کھڑے درویش"

اب جب کہ حالات اس قسم کے ہوں۔ تو سوائے اس کے کہ میں خلوص قلب سے دعائے خیر کے لئے دونوں ہاتھ اٹھاؤں اور کر ہی کیا سکتا ہوں۔ اب اخبار "نور" تو بند ہوگیا یا ہونے والا ہے۔ کیونکہ اس کے لائق ایڈیٹر کی ساری اپیلیں ضایع گئیں۔ اور خاص طور پر احمدی حضرات نے ایک کان سن کر دوسرے سے نکال دیں۔ اور ایڈیٹر نور جیسے قابل و کہنہ مشق اہل قلم کی جمیع امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اور اس بارہ میں اس کے ہم مذہب بھائیوں نے نہایت بیدردی بے اعتنائی کا عملی طور پر ثبوت دیا۔ اب تو ایڈیٹر صاحب کے حسب حال یہی شعر مجھے موزوں نظر آتا ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ٭ کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

سمجھ نہیں آتی۔ کہ جس صورت اخبار نور محض تبلیغ اسلام کا ایک خاص موقر و نہایت معتبر و مستند ذریعہ تھا۔ تو پھر اہل اسلام نے بالعموم اور احمدی حضرات نے بالخصوص کیوں اس کی قدر نہ کی۔ حالانکہ احمدی حضرات کے تعداد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہے۔ جس میں بڑے بڑے عالم فاضل و اہل قلم و دستکار و دولت مند بھی شامل ہونگے۔ بایں ہمہ سوال ہوتا ہے۔ کہ "نور" جیسے تبلیغ کیلئے بہترین جریدہ

※ ایک دوسرے گرامی نامہ میں سردار صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ "جہاں میں اور چند ایک اخبارات روزانہ دیکھنے کا عادی ہوں۔ وہاں اخبار "نور" بھی کچھ عرصہ سے مسلسل دیکھ رہا ہوں۔ گو بعض متعصب و تنگدل نگاہوں میں یہ پرچہ ایک تیز خار کی حیثیت رکھتا ہوگا۔ اور اکثر گر تو اس کو احمدی میگزین کے ایک خطرناک بم سے ہی تعبیر کرتے ہونگے۔ لیکن ثالثانہ و منصفانہ رائے رکھنے والوں کے نزدیک یہ اخبار رنگا رنگ و قسما قسم خوشبودار پھولوں کے ایک گلدستہ کے مشابہ ہے جس سے ہر ایک فرد بشر کا دماغ معطر ہونا ایک لازمی امر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ کئی حضرات کے نزدیک جن کو قدرت نے (حس شامہ) سونگھنے کی طاقت عطا نہیں کی۔ جنکے نزدیک گلدستہ اور خار مغیلاں کا ایک گچھا مساوی ہوتا ہے۔ قطع نظر ایسے حضرات کے میرے خیال میں اس پرچہ میں ہر ایک شخص بلا تمیز مذہب و ملت اپنے اپنے مذاق و عقیدہ کے مطابق کچھ نہ کچھ معلومات بہم پہنچا سکتا ہے۔ مثلاً سکھ اپنے گورو گرنتھ صاحب و آریہ سماجی و سناتنی اپنے وید بھگوان و منوسمرتی و ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتب کے حوالے دیکھ سکتا ہے۔ چونکہ اختلاف آرا ایک قدرتی امر ہے۔ اور یہی اختلاف و بحث و مباحثہ و تائید و تردید (بشرطیکہ دائرہ تہذیب و اخلاق سے متجاوز نہ ہو۔) ہر ایک شخص کے لئے اپنی عقل و ضمیر کے مطابق کسی صحیح نتیجہ پر پہونچنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ ہاں! ثالثانہ نقطہ خیال اور چیز ہے۔ اور ہٹ دھرمی اور تعصب دوسری بات ہے۔ اگر تعصب کی عینک اتار کر وسیع القلبی سے اس کو دیکھا جائے۔ تو پھر یہ بظاہر بالکل قلیل مقدار میں شائع ہونیوالا پرچہ دراصل بقامت کہتر بقیمت بہتر" کے مصداق نہایت قیمتی ہے۔ اور اس قابل ہے۔ کہ اس کی اشاعت جتنی بڑھائی جاوے۔ اتنی کم ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے۔ کہ باوجود مکرم و قابل ایڈیٹر صاحب کے متواتر اپیلوں کے اس کی اشاعت میں ذرہ بھی اضافہ دکھائی نہیں دیتا۔ کیوں؟ مجھے تو بظاہر یہی وجہ نظر آتی ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب کے نام کے بعد۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کا اضافہ نہیں ہے۔ گو قابلیت ان کی مسلمہ اور تجربہ و مطالعہ وسیع معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے آج کل۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے ہونا بھی ایک فیشن ہو گیا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔ میں بالخصوص احمدی حضرات کو مخاطب کر کے التماس

نے کیوں کس مپرسی کی حالت میں قلیل الاشاعتی کے مرض الموت میں مبتلا ہو کر سسک سسک کر جان دی۔ اس کا جواب میرے نزدیک یہی ہے۔ کہ آج کل تبلیغ مذہب کا کام جس کو کوئی سچے دل سے کیوں نہ کرتا ہو۔ عوام الناس کی نگاہ میں ایک دل لگی یا فضول کا مشغلہ تصور ہوتا ہے۔ اور زبانی تو سب کے سب یہی پکارتے ہیں۔ کہ ہاں ہمارا مذہب ایسا ہے۔ ویسا ہے۔ پاکیزہ ہے۔ اس کو پھلنا پھولنا چاہیئے وغیرہ۔ مگر جب عملی طور پر اس کی اشاعت کے واسطے دامے۔ درمے۔ قلمے۔ کبھی ضرورت امداد لاحق ہوتی ہے۔ تو ٹائیں ٹائیں فش۔ وہی ڈھاک کے تین پات۔ کوئی کافی توجہ مبذول نہیں کی جاتی۔ اور ایسے پاکیزہ ذریعوں کا وہی حشر ہوتا ہے۔ جو کہ آج اخبار "نور" کا ہوا ہے۔ اور اکیلا چنا کہاں تک بھاڑ پھوڑ سکتا ہے۔ ہاں اگر فرداً فرداً سب احمدی حضرات میں کچھ بھی پاس خاطر ہوتا۔ تو یہ پرچہ بجائے اس کے کہ آج زیر زمین جگہ پاتا۔ ساتویں آسمان پر سورج کی طرح چمکتا ہوا غیروں کی آنکھیں چندھیا دینے کا باعث ہوتا۔ اور ہر ایک احمدی کے ہاتھ میں ہوتا۔ لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا جاتا۔ اور گھر گھر اس کا فائل رکھا جاتا۔ میں تو علی الاعلان کہوں گا۔ کہ قصور نور کا یا اس کے ایڈیٹر کا ہرگز نہیں ہے۔ جمیع اہل اسلام اور خصوصاً احمدی دوست اس بے اعتنائی و نور کی جوانا مرگی کے ذمہ وار ہیں

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

جائے افسوس ہے۔ کہ باوجود متواتر اپیلوں کے لاکھوں آدمیوں میں سے کم از کم ایک ہزار بھی ایسا نہ نکلا۔ جو اپنے دماغ میں اس گلدستہ کی خوشبو سونگھنے کے حس شامہ کا مذاق رکھتا ہو۔ میں بلا تامل یہ کہنے سے ہرگز نہیں رکونگا کہ

اگر ہمیں مکتب است ہمیں ملّاں ؞ کار طفلاں تمام خواہد شد

اب میں اس گلہ و شکوہ کو یہاں ہی چھوڑ کر نور مرحوم کی نیکیاں گنتا ہوں۔ جس سے کوئی معقول پسند انکار نہیں کر سکتا۔

سنئے! کہ اخبار نور نے اپنی زندگی میں کیا کام کیا۔ اور اس کا منتہائے مقصد کیا تھا۔ (۱) اس نے اپنی زندگی میں اپنے امکان بھر جائز طریق پر آریوں ہندوؤں۔ سکھوں میں اشاعت اسلام کا کام کیا۔ جس کی نسبت ہر ایک مسلمان کو ربی حکم ہے۔ (۲) اس نے نہایت صاف لفظوں میں دیگر مذاہب پر نیک نیتی سے نکتہ چینی کی۔ (۳) غیر مذاہب کی جملہ کمزوریوں و توہمات باطلہ کو اپنے ناظرین کے سامنے چھان چھان کر رکھدیا۔ علٰی ہذا یہ بات الم نشرح ہے کہ تبلیغ اسلام کے بارہ میں مرحوم نے کوئی جائز دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مگر اپنوں نے بھی کوئی قدر نہ کی۔ بقولیکہ ؎

ہر کسے از دست غیر نالہ کند ؞ سعدی از دست خویشتن فریاد

کہاں تک اس آخری پرچہ میں مرحوم کے اوصاف حمیدہ گنے جائیں۔ اور ناظرین کی سمع خراشی کا ارتکاب کیا جاوے۔ صرف اسی ایک مصرع پر ختم کرتا ہوں۔ ؎

"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

انا للہ و انا الیہ راجعون (یکے از معترفانِ مرحوم) جیون سنگھ

(بقیہ صفحہ ۱) کروں گا۔ کہ ہر ایک احمدی فرد بشر کے ہاتھ تک اس کا پہنچنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب آپ ہی اسکی قدر و منزلت خود نہ کرینگے۔ اور اسکو غیر مذاہب کے ہاتھ تک بغرض مطالعہ نہ پہنچائیں گے۔ تب تک آپ اپنے مذہبی اصولوں کی اشاعت میں عملی طور پر حصہ نہیں لے سکیں گے۔ اور ہاں جس صورت میں آپ اپنے مذہب کی اشاعت کی صدا اپنے پاس پڑوس میں نہ سنا دینگے۔ اور نہ کوئی اپیل کرینگے۔ تو پھر آپ کی بدنوں کی تو تعمیر عالیشان مسجد میں اللہ اکبر کی صدا کو سن کر یہ خیال پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ؎ تو کار زمیں را نکو ساختی ۔ کہ بر آسمان نیز پرداختی

نور احمدی حضرات کے متعلق مجھے ایسا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں اس موقعہ پر بے ساختہ ہندی کا یہ مشہور دوہا زبان پر آگیا ؎

سو بار ڈبکی لگی موتی لگو نہ ہاتھ ؞ ساگر کو کیا دوش ہے میں ہمار بھاگ

گئو رکھشا کی مخالفت

(ایک ہندو سوامی کی طرف سے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سمبل پور کے چند لیڈروں نے سوامی ابھیدانند کو دعوت دی۔ کہ وہ ہندو مذہب پر تقریر کریں۔ ٹاون ہال میں ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ لوگ اس قدر آئے۔ کہ کسی جگہ بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی۔ سامعین کی خواہش تھی۔ کہ سوامی جو کوئی سچا بات بیان کریں گے۔ کیونکہ سوامی جی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں زبردست مبلغ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ دوران تقریر میں سوامی جی نے چند سوالات پر تنگ آکر ایسے بیانات دیئے۔ جس سے سننے والوں پر بجلی سی گر پڑی۔ آپ نے نہایت آزادی کے ساتھ منو کے قول کو دہرایا۔ "گونسا چکشنی دیش نا مادے نا چا ستھر نے" اور آگے چل کر کہا۔ کہ قدیم آریہ نہایت رغبت سے ہر قسم کے جانوروں کا گوشت کھاتے تھے۔ اور گائے کا گوشت بھی ان کی غذا میں شامل تھا۔ موجودہ ہندو جماعت کو چاہیئے۔ کہ ان کی قائم کردہ مثال پر عمل کر کے فائدہ اٹھائے۔ کیونکہ ہندو دھرم میں گائے کا گوشت کھانا گناہ نہیں ہے۔ ان کے بیانات سے شہر میں ایک شور مچ گیا۔ سامعین میں اعلےٰ طبقہ کے ہندو اور شریف مسلمان تھے۔ اگر شہر کے گنڈے ٹاون ہال میں ہوتے۔ تو نتیجہ ہنگامہ کی صورت میں ظاہر ہوتا۔

اس کے بعد سوامی جی سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ اپنے خیالات کو شاستر کی رو سے بیان کریں۔ لیکن سوامی جی نے اس پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ اسکے بعد ہندوؤں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں سوامی جی کے بیان پر اظہار نفرت

([illegible])

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا محمدؐ کو تمام فاتحوں پر نمایاں فوقیت حاصل ہے؟

(از قلم جناب مولانا المکرم مولوی عبدالکریم خانصاحب)

اس سوال کا جواب بہت ہی اجمال اور اختصار سے دیا جاسکتا ہے - فی الواقع محمدؐ سب سے بڑا فاتح ہے - یہ ایک بدیہی اور مسلمہ واقعہ ہے جس سے کوئی شخص بشرطیکہ وہ تاریخ سے واقف ہو - انکار نہیں کرسکتا - دنیا کسی دوسرے شخص پر فخر نہیں کرسکتی جس کی فتوحات ایسی سریع اور وسیع ہوں - اور ایک صدی سے بھی کم میں تمام مورخین تعجب وحیرت میں انگشت بدندان ہیں - اس کی قائم کردہ سلطنت بہت ہی قلیل عرصہ میں ایسی وسیع ہوگئی - جو رومۃ الکبریٰ سے کہیں بڑی تھی - مگر جس نے صدیوں میں عروج حاصل کیا تھا رومۃ الکبریٰ کے استحکام میں جو عرصہ دراز صرف ہوا وہ اس کا اندازہ اسی خیال سے ہوسکتا ہے - کہ یورپ میں یہ مثل مشہور ہوگئی "روم ایک دن میں نہیں بن گیا تھا" اگر ان طویل صدیوں کے پہلو بہ پہلو ہم اس قلیل وقفہ کو رکھیں - تو ہم صحیح طور پر اس مثل کو اس شکل میں تبدیل کرسکتے ہیں - کہ محمدؐ نے اپنی سلطنت کو ایک ہی دن میں قائم کردیا" یہ تاریخ کے سادہ واقعات کے صریح نتائج ہیں - جو کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں ہیں - کارلائل کے پاکیزہ الفاظ میں - ہمارے سوال کا جواب بھی مل جائیگا - اور آنحضرتؐ کی فتوحات کی نوعیت کا بھی کچھ حقیر اندازہ ہو جائیگا -

"محمدؐ نے جو ایک سیدھا سادھا عرب تھا - اپنے ملک کی پراگندہ منتشر ننگی بھوکی قوموں کو ایک منظم اور مطیع جماعت میں تبدیل کردیا - اور دنیا کی قوموں میں اس کو نئے خطابوں اور نئی خصلتوں سے ممتاز کیا - تیس برس سے کم عرصہ میں اس منصوبہ اور نظام نے شہنشاہ کو شکست دی - ایران کے بادشاہ کو مغلوب کیا - شام - عراق - مصر کو فتح کیا - اور بحیرہ خضر سے ظلمات تک حقانیت کو پھیلا دیا اور بارہ صدی سے اب تک مسلمانوں کی سلطنت چلی آتی ہے - اور اسلام شمالی ایشیا وسط افریقہ اور علاقہ کیسپین میں پھیل گیا - اور پھیلتا جاتا ہے - حقیقت میں محمدؐ کی صداقت کامیاب ہوئی -"

ایک اور موقع پر وہ کہتا ہے -

"یہ عرب محمدؐ کی شخصیت اور ایک صدی! کیا یہ ایک چنگاری نہ تھی - ایک چنگاری ایسی دنیا پر جس میں تاریکی چھائی ہوئی تھی طلوع ہوکر نمودار ہوئی - غیر محسوس راکھ مگر یہ راکھ بارود کا کوہ آتش فشاں ثابت ہوتی ہے - آسمان جیسے رفیع الشان بلندی تک پہنچ کر تمام دنیا کو روشن کرتی اور دہلی وشرق، سے غرناطہ ومغرب تک پھیل جاتی ہے"

کیا خوب لکھا ہے علامہ عباسی نے -

"سنہ ہجری کے پہلے سال میں مسلمانوں کے پاس کوئی کنواں پانی پینے کو - یا کوئی جگہ نماز پڑھنے کو بھی مدینہ میں نہ تھی - انتہائے بیچارگی ملاحظہ فرمایئے - گویا مادر گیتی کے وہ فرزند ہی نہ تھے - اور پھر ۳۳ برس کے اندر انہیں بیچاروں کو دیکھئے - تو جنوب میں یمن کا حصہ جنوبی شمال میں بحر اسود مغرب میں افریقہ کا ساحل شمالی مشرق میں حدود ہندوستان انہی دست نگر نظر آتے تھے"

"یوں تو چنگیز خان کے حملے بوناپارٹ کے حملے اس کے پہلے اسکندر اور بخت نصر کی چڑھائیاں بھی مشہور ہیں - لیکن مسلمانوں کے ساتھ جو حیرت افزا امر ہے - وہ یہ ہے - کہ ۲۳ برس کے اندر وہ جہاں تک پہنچ گئے - وہاں کے باشندوں کو اپنا ہمدرد اپنا ہم خیال اور اپنا ہم مذہب بنالیا - کافروں سے بت پرستی - ستارہ پرستوں سے ستارہ پرستی - عیسائیوں سے تثلیث گبروں سے آتش پرستی وحشیوں سے درندگی چھڑوا دی"

"رومیوں کی سلطنت بہت مستحکم اور بہت مہذب خیال کی جاتی ہے - اور ایک حد تک یہ خیال سچ بھی ہے - لیکن تاریخوں کے صفحے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس میں صدیاں صرف ہوئی تھیں - اور پھر بھی تمام جزئیات وکلیات میں رومیوں کا قانون اسلامی قانون کا سا مکمل اور مہذب نہیں تھا"

"غرضکہ مسلمانوں نے جو کچھ کیا بیس تیس برس کے اندر کیا - اور اس کے بعد اسی کے اثر سے اب تک دنیا میں مسلمانوں کا نام چلا جاتا ہے - آج تیرہ سو برس گذر جانے پر اور زمانہ کے ہاتھوں سے مٹ مٹا کر اور گر گرا کر بھی مسلمان اچھے سے اچھا لازوال نمونہ دکھانے کی قابلیت رکھتے ہیں"

سوامی دیو ماننڈ مہارتھی لکھتے ہیں -

"علم الہیات اور علم طبیعات کے مطالعہ کرنے والے کے لئے شائد اسلام کی تاریخ آغاز اور ترقی سے بڑھکر دلچسپ مضمون کوئی اور نہ ہوگا - جس نے ایشیا کو عیسائیوں کی بت پرستی سے بچایا - اور ایک صدی سے کم عرصہ میں دنیا میں ایک ایسی سلطنت قائم کی جو رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے کسی صورت میں کم نہ تھی"

ڈریپر کہتا ہے -

"ایک ایسی عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم ہوگئی - جو جغرافیائی وسعت میں اسکندر کی سلطنت بلکہ دولت رومۃ الکبریٰ پر بھی بمراتب فوقیت لیگئی - گھٹا اب پہاڑوں سے بطحیٰ کے اٹھی بڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی کڑک اور دمک دور دور اسکی پہنچی -

جو ٹس یہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

کیا محمدؐ کو تمام مقننوں اور مدبروں پر فضیلت حاصل ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوانین کی سودمندی اور کامیابی اس میں ہے۔ کہ جو قوانین جاری کیا جائے۔ وہ معقول اور ممکن العمل ہو۔ کوئی شخص بڑا اور کامیاب مقنن نہیں کہا جا سکتا اگر جاری کردہ قوانین عارضی غیر معقول اور ناقابل عمل ہوں۔ محمدؐ کی فضیلت کا راز اس امر میں مخفی ہے۔ جو قوانین آپکی بدولت دنیا کو حاصل ہوئے وہ کسی طرح بھی ناقابل عمل غیر معقول اور عارضی نہیں ہیں۔

قوانین محمدیؐ کے متعلق فاضل ارکوہارٹ کہتا ہے۔

"ان میں سے ہر ایک اصول کی خوبی اور تاثیر (ہر ایک اپنے بانی کی غیر فانی یاد کیلئے کافی ہے) دوسرے کی قدر و قیمت کو بڑھانے والی تھی۔ سب کے اجتماع سے ایسا کامل نظام قائم ہوا۔ کہ کسی دوسرے مدبر کی ذہانت ہیچ ہے۔ ایک ہی شخص کی زندگی میں وحشی قبائل ذلیل آبادی کے ہاتھوں وہ روم کی مملکت میں شائع ہو گیا۔ اس نے اپنی اصلی ابتدائی خوبی کو قائم رکھا وہ ناقابل مزاحمت ہے"

اس کے قوانین ہر زمانہ کے لئے یکساں موزون مفید اور قابل عمل ہیں۔ خواہ موجودہ مہذب دنیا کے ظاہر بین روشن دماغ کو بظاہر ان میں کسی قدر سختی نظر آئے۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ محمدؐ بیسویں صدی میں نہ تھا۔ بلکہ تاریخ عالم کے تاریک ترین زمانہ میں۔ ایسا زمانہ جس میں کہ جرم انتہائی وحشیانہ اور مکروہ حالت میں پر فخر کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

بیس برس محمدؐ کی علت غائی ایکسا اور اپنے ہی زمانہ کی اصلاح نہ تھی۔ بلکہ ہر زمانہ کی اصلاح مد نظر تھی صرف ایک زمانہ کیلئے نہیں۔ بلکہ ہر زمانہ کے لئے۔ برائی کا مٹانا اور جرائم کا استیصال کرنا آپؐ کا مطمح نظر تھا۔ آپؐ میں کافی دانشمندی اور پیش بینی جرائم کی ماہیت تفتیش کرنے کی تھی۔ جو اس عہد میں نہایت مکروہ شکل میں شیوع پذیر تھے اور سخت سزا کے خوف کے بغیر دور نہیں ہو سکتے تھے۔

اسلام جو آنحضرتؐ کے قانون اساسی کا دوسرا نام ہے۔ فطرت اور خدائے فطرت کا مذہب ہے۔ اس مذہب کے بنیادی سرچشمہ کے قوانین جب صحیح معنوں میں دیکھے جائیں۔ ہر زمانہ ہر قوم کے لئے بغایت موزوں اور نہایت معقول ہیں۔

ڈوائی رائٹ کا قول ہے۔ "اگرچہ مجھکو پیغمبر اسلامؐ کے پیرو ہونے کا فخر حاصل نہیں ہے۔ تاہم مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں ہے۔ کہ جہاں تک حالات گردو پیش اجازت دیتے ہیں۔ اسلامی اصول و عمل کی پیروی میں مجھے انتہا درجہ کی راحت دماغی اور خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور میں ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔"

مشہور مورخ گبن لکھتا ہے۔ "بحر اوقیانوس سے لیکر دریائے گنگا کی انتہاء تک۔ الغرض مشرق سے مغرب تک قرآن مجید کو نہ صرف اصول دین کے لئے قانون اساسی تسلیم کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ بھی اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ احکام تعزیرات اصول التمدن و اجتماع قوانین معاشرت انسانی زندگی کے مختلف نظامات اور ان کی ترتیب بیان کرنے میں یہ ایک جامع کتاب ہے۔

مثلاً قانون وراثت کو دیکھئے۔ وہ نہایت دانشمندانہ منصفانہ اصول فطرت پر مبنی اور بالکل معقول ہیں۔ مقنن مدبر کی حیثیت میں محمدؐ نے انسان و اخلاق کو مال و متاع پر مقدم رکھتے ہوئے یہ قرار دیا ہے۔ کہ خاندان کے کل ارکان کو ذکور ہوں یا اناث جو زندگی میں متوفی سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ سب ہی علی قدر مراتب فیضیاب ہوں۔ تاکہ مابعد تعلق کے موافق ہر شخص کا سلسلہ فیض قائم و برقرار رہے۔ اور مرنے والے کا دردمند دل بھی اپنے تمام عزیزوں کی محبت سے متمتع مستفیض ہونے پر مطمئن و مسرور ہوں۔ اس کے قانون کی رو سے بیٹے اور بیٹیاں اور دیگر قریبی رشتہ دار اپنے مدارج کے موافق سب ہی اپنا واجبی حصہ پاتے ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی ملک کوئی قوم اور کوئی مذہب ہے۔ جس نے بے کس و بے بس عورتوں اور بچوں کی محافظت کا ذمہ لیا ہو۔ اور بذریعہ قانون ان کے حقوق کو محفوظ کیا ہو۔

حقوق نسواں کے متعلق دنیا میں ہمیشہ بے پروائی اور بے اعتدالی برتی گئی۔ یہود کے یہاں نکاح درحقیقت عورت کا خرید لینا تھا۔ اس کی قیمت عورت کے باپ کو ملتی تھی۔

ہندوؤں کے یہاں بعینہٖ رومن لا کے سے قواعد تھے۔ جائداد شوہر کو مل جاتی تھی۔ کسی قسم کے خود مختارانہ معاملہ و معاہدہ کی مجاز نہیں۔ میراث میں کوئی حصہ بجز حق پرورش کے نہیں ملتا تھا۔

رومیوں میں عورت شادی کے بعد شوہر کی گویا زر خرید جائداد ہو جاتی تھی۔ تمام مال و متاع خود بخود شوہر کی ملک ہو جاتا تھا۔ جو کچھ زر و مال پیدا کرتی تھی۔ سب شوہر کا مملوکہ ہو جاتا تھا۔ کوئی عہدہ نہیں پا سکتی تھی۔ کسی کی ضامن نہیں ہو سکتی تھی۔ ادائے شہادت کے قابل نہ تھی۔ کسی سے معاہدہ نہیں کر سکتی

تھی۔ مرنے کے وقت کوئی وصیت بھی نہ کر سکتی تھی۔

عیسائیت نے بھی چنداں قدر و منزلت نہ کی ۵۸۶ء میں بمشکل تمام فیصلہ ہوا کہ عورت نوع آدم میں داخل ہے۔ ذی روح بھی ہے مگر اس کی پیدائش کی صرف یہ غرض ہے۔ کہ مرد کی خدمت کرے۔ یورپ میں بہت قلیل عرصہ سے عورت کی قدر و منزلت کا احساس ہوا ہے۔ اور بظاہر نمایاں بلکہ حد سے زیادہ مدارج علیا حاصل ہو چکے ہیں۔ لیکن بہت سی بے اعتدالیاں ابتک قائم ہیں۔

عرب جاہلیت میں عورت کو وراثت کا مطلق کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ بلکہ بیویاں بیٹے کو وراثت میں ملتی تھیں۔ بیویوں کو مدت معین کے لئے آپس میں بدل لیتے تھے۔ چند آدمی ایک ساتھ مباشرت کرتے جس کا حمل ہوتی اسی کی اولاد قرار پاتی۔ یا قیافہ شناس فیصلہ کرتا۔

سب سے پہلے اسلام نے عورتوں کو قعر مذلت سے نکالا۔ ان کے حقوق قائم کئے آنحضرت نے خود اپنے طرز عمل سے ان حقوق کی اہمیت و عظمت کی تعلیم دی۔ اور دنیا کو بتایا۔ کہ عورت نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کا آلہ نہیں ہے۔ بلکہ خیر المتاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ نیک بخت عورت دنیا کی بہترین نعمت ہے۔ عورت کو تمام خاندانی معاملات میں اپنا شریک سمجھے۔ ان کی واجبی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھے۔ ہر حال میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ کریم عورتوں کی تکریم کرتا ہے۔ ذلیل ان کی تذلیل کرتا ہے۔ ما اکرم النساء الا کریم و لا اھانھن الا لئیم۔

تاریخ اس امر پر اچھی طرح روشنی ڈال رہی ہے۔ کہ غلامی کا استیصال کرنے اور آزادی کی بنیاد ڈالنے میں سب سے پہلا قدم اسی نے اٹھایا۔ شاید دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلا واقعہ دینی نوعیت کا یہی تھا کہ حضرت زید بن حارثؓ کو بغیر تحریر اور بغیر فدیہ کے آزاد کیا گیا۔ غلاموں کی آزادی آنحضرتؐ کی زندگی کا ایک خاص مدعا تھا۔ آپ نے حکم دیا۔ جو تم کھاتے ہو۔ وہ ان کو بھی کھلاؤ۔ جیسا تم پہنتے ہو۔ ویسا ہی انہیں پہناؤ۔ اگر وہ کوئی قصور کریں۔ تو معاف کردو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ انہیں ایذا نہیں دینی چاہئے۔ یاد رکھو۔ تم سب بھائی بھائی ہو۔ تم سب مساوی ہو۔

اسلام کا قانون ہے۔ کل بنی آدم خواہ آقا ہوں یا غلام۔ سب برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جن کو خدا نے تمہارا ماتحت کیا ہے کسی بڑے سے بڑے شخص کو کسی ادنیٰ مسلمان حبشی غلام پر فخر کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ انسان سب برابر ہیں۔ سوائے نیک اعمال کے کسی گوری عورت کے بیٹے کو کالی عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسلام نے بعوض آزاد کے غلام کو نہ قتل کرنا۔ بلکہ آزاد کو بعوض غلام کو قتل کرنا قرار دیا ہے۔ دربار محمدی میں آقا اور غلام کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں نہ آقا دیکھا جاتا نہ غلام۔ دونوں ایک ہی صف میں دست بستہ کھڑے ہونگے۔ بلکہ بعض حالتوں میں غلام کا درجہ آقا سے کہیں بڑا ہو گا۔

آغاز اسلام میں آزادی اور مساوات کے فرضی افسانے نہ تھے۔ بلکہ حقیقی معنوں میں آقا اور غلام میں ہمسری اور مساوات تھی۔ عبد الرحمن بن عوفؓ اور غلام لباس میں یکساں ہوتے برابر برابر چلتے۔ اجنبی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔ حضرت علیؓ پارچہ خریدتے قیمتی کپڑا غلام کو دیتے۔ اور فرماتے ہیں تو بوڑھا ہوں۔ تو جوان ہے۔ تو ہی مستحق ہے۔ حضرت عمر کا قول ہے۔ ہمارے سردار ابوبکر نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا۔ ابو حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا میں خلافت کو شوریٰ پر منحصر نہ رکھتا۔ فتح شام کے سلسلہ میں تسخیر بیت المقدس کے وقت کا واقعہ تمام اہل علم پر روشن ہے۔ کہ ایک اونٹ پر آدھا راستہ آقا چلتا ہے۔ تو آدھا راستہ غلام اور شہر میں داخل ہونے کے وقت غلام سوار ہے۔ اور اونٹ کی نکیل امیر المومنین کے ہاتھ میں ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرح طرح کے طریقے غلاموں کو آزاد کرنے کے نکالے گئے۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی۔ تو اس کے کفارہ میں۔ کسی نے قصداً روزہ توڑ دیا۔ تو اس کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا بتایا گیا۔ غرض غلام کا آزاد کرنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ اور آزاد شدہ غلام اور ان کی نسل قانون اسلام کے ہرگز ذلیل نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ رکھتے ہوئے ہر طرح عزت و حرمت کی مستحق ہے۔

کبھی کبھی آنحضرتؐ کے قانون انتقام پر نہایت استہزاء اور تحقیر کے ساتھ نکتہ چینی کے رنگ میں سخت اعتراض کیا گیا ہے۔ مگر یہ صریح ناواقفیت یا مذہبی تعصب کے جنون کا کرشمہ ہے۔ اگر فطرت انسانی کا صحیح مطالعہ کیا جائے۔ تو کسی محقق کے لئے کوئی مجال دم زدن نہیں ہے۔ ایک مصنف بنگالی فاضل کیا خوب لکھتا ہے "مذہب اسلام من کل الاعتبار عملی ہے۔ اسکا اخلاقی ضابطہ فطرت انسان کی حقیقی ضروریات پر مبنی ہے۔ نہ کہ نیکی کے کسی ایسے وہمی خیال پر بڑھے چڑھے معیار پر جو ناممکن الحصول اور غیر قابل عمل ہو۔ مثلاً بدھ مت و عیسائیت نے جو معیار خیر قرار دیا ہے۔ وہ بظاہر بمقابلہ اسلام ارفع و اعلیٰ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ فی الواقع آیا روزمرہ کی زندگی میں

اس کے مطابق عمل کرنا ممکن بھی ہے یا نہیں؟ کسی اخلاقی ضابطہ کی نسبت رائے قائم کرتے وقت ہمیں اس کے شاعرانہ حسن پر نظر نہ ڈالنی چاہیئے۔ بلکہ اسکی عملی سودمندی کو مدنظر رکھکر یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری فطرت و ضروریات کو یہ ضابطہ بوجہ احسن پورا کر سکتا ہے۔ یا نہیں؟ ایمرسن نے کیا خوب کہا ہے "ستارہ سیریس آفتاب سے اونچا ہوا کرے۔ مجھے اس سے کیا؟ میرے انگور تو اس سے نہیں پکتے"۔

قصوں اور افسانوں میں ممکن ہے ہمیں ایسے اشخاص نظر آئیں۔ جو اپنے خیالی اوصاف کے لحاظ سے ہماری تعریف کے مستحق ہوں۔ مگر جہد الحیوۃ کے روزمرہ کے کارناموں میں اس قسم کے کمالات بے سود ہیں۔ مثلاً اس مقولہ کی شاعرانہ لطافت کو ہم بنظر استحسان دیکھ سکتے ہیں "اگر تیرا بھائی تیرے داہنے گال پر ایک تھپڑ مارے۔ تو تو بایاں گال بھی اسکی طرف پھیر دے"۔ کبھی کوئی عیسائی عمل کرتا یا کر سکتا ہے؟

غصہ اور انتقام کی آگ فطرت نے محافظت کے لئے ہر شخص کے سینہ میں قدرتی طور پر سلگائی ہے۔ کمال انسان کی اعلیٰ خوبی کا یہ ایک بڑا ذریعہ ہے اگر وہ اس جذبہ سے محروم ہوتا۔ تو اپنے بیشمار دشمنوں کی تحقیر و تنفر بلکہ جور و ظلم کا شکار ہو جاتا۔ حیوان اور خود اسکے ہی نوع بے دردی اور بیرحمی سے اس کو مجروح بلکہ ہلاک کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ نسل انسان روئے زمین سے بالکل معدوم ہو جاتی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات آشکار ہو جائے گی۔ کوئی شخص کوئی ملک کوئی قوم کوئی سلطنت امن و امان اور عزت و آبرو کے ساتھ دنیا کے پردہ پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک اس میں اس قدرتی ہتھیار کے صحیح استعمال کی اہلیت و قوت نہ ہو۔ جو اسکی حفاظت کے لئے فطرت کی جناب سے بخشا گیا ہے۔

ہبس کا قول ہے "فطرتی حالت میں ہر شخص اپنی مدافعت کا حق رکھتا ہے۔ آلات کے ذریعہ سے اپنے جسم اپنی جان اپنے مال کو ظلموں کے حملوں سے بچائے۔ اپنے دشمن کے جور و ستم کو روک کے۔ اپنی مخالفت و عداوت کو معقول حدود میں باطمینان انتقام تک وسیع کرے"۔

عظیم الشان

قوموں کی زندگی کا انحصار اس امر پر ہے۔ جو اپنے حق سے کسی وقت بھی غفلت جائز نہ ہو۔ ورنہ قوم بالکل اپنے درجہ سے گر جائیگی۔ اگر کوئی صاحب استقلال قوم اپنی ہمسایہ قوموں سے بے خوف ہو کر مقابلہ کا حوصلہ ترک کر دے۔ وہ ان تمام وسائل سے محروم ہو جائے گی جن پر انکی زندگی کا قیام منحصر ہے۔ اور قومیں اپنے مطالب و مقاصد میں اس سے آگے بڑھ...... جائیگی۔ افراد کی باہمی مزاحمت اور بین الاقوامی کشمکش ہی کا نام تنازع البقا جس کا نظارہ ہر جگہ نمایاں ہے۔

فطرت انسانی کی عمیق واقفیت نے محمدؐ کو محسوس کرایا۔ اگر اس نے ذاتی محافظت کے قدرتی ہتھیار کے مناسب استعمال سے روکا۔ تو یہ فطرت کا مقابلہ اور نوع انسان پر ظلم عظیم ہوگا۔ آپ چاہتے تھے۔ کہ انسانی فطرت ظالم کی بے ایمانی۔ زیادتی۔ نفرت و عداوت کو صرف ایک حد تک معاف کر سکتی ہے۔ اس کے بعد محافظت و مدافعت فطرت لازمی طور پر ناگزیر ہو جاتے ہیں۔ حتی الوسع عفو و درگذر کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مگر انتقام کو بھی باقتضاء فطرت قانونی طور پر جائز رکھا گیا ہے۔ اگر بروئے قانون انتقام کو خاص حدود کے اندر جائز قرار دیا گیا ہے۔ آنجناب کی زندگی میں عفو و درگذر اور حلم و تحمل کا زریں مجسمہ نظر آتی ہے۔

باسورتھ سمتھ کے الفاظ میں "ایک واقعہ محمدؐ کی انتقامی سپرٹ پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ ایک روز حضرت رسالتمآب اپنی چھاونی سے دور ایک درخت کے نیچے تن تنہا سو رہے تھے۔ اچانک آنکھ کھلی۔ تو آپ نے ایک جانی دشمن کو مسلح خون آشام تلوار ہاتھ میں لئے دیکھا۔ جو آپ کے سر پر کھڑا تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ ننگی تلوار سے سر مبارک کو تن سے جدا کر دے۔ اس نے للکار کر کہا۔ "محمدؐ تجھکو اب میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے"؟ پیغمبرؐ نے کہا۔ "خدا ذوالجلال"۔ آپ کے جواب کی ہیبت سے وہ اس درجہ مرعوب ہوا۔ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ تب آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا۔ "اب تجھ کو کون بچا سکتا ہے"؟ اس نے حیرت و یاس سے جواب دیا۔ "کوئی نہیں"۔ اس پر آنجناب نے فرمایا۔ "مجھ سے رحم و کرم کا سبق سیکھو"۔ یہ کہہ کر اس کی تلوار واپس کر دی۔ اور اپنے اس فیاضانہ طرز عمل سے خوفناک دشمن کو اپنا گہرا دوست بنا لیا"۔

محمدؐ سے زیادہ کوئی بردبار اور حلیم المزاج نہیں ہوا۔ بدترین دشمنوں اور ظالموں سے بھی آپ کا رویہ نہایت فیاضانہ اور کریمانہ تھا۔ کوئی شخص جسکو آنجناب کی سیرت سے واقفیت ہو۔ ان خوبیوں کا انکار نہیں کر سکتا۔ جارج سیل جو آپ کے سخت مخالفوں میں ہے۔ اور اپنے دلائل مندرجہ دیباچہ ترجمۃ القرآن کے ذریعہ سے تمام دنیا اسلام کو بپتسمہ دینے کی فکر میں سرگرم ہے۔ وہ بھی محمدؐ کے رفق و مراعات اور تلطف و مدارات کے اوصاف جلیلہ کا اعتراف کرنے کے لئے مجبور ہوا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ امر ذہن نشین رہے۔ کہ سیل اور پیٹمیس دونوں متعصب عیسائی متکلم ہیں۔ اور الہام ربانی پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے آپؐ کو مکار دغاباز کہنے میں نہایت بے باک اور زبان دراز ہیں۔ مگر سیل کے اس جملہ کو جو ترجمۃ القرآن کے دیباچہ سے لیا گیا ہے۔ غائر نظر سے دیکھ کر انصاف کرو۔

"محمدؐ نوع انسان کو ایک باطل مذہب کے تلقین کرنے کا کیا ہی مجرم ہو۔ ان کے فضائل حمیدہ اور فضائل جلیلہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں مجبور ہوں۔ کہ مقدس اور فاضل مصنفین نے مدح سرائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں جو نغمہ سنجی کی ہے۔ اسکی تائید کروں۔ اگرچہ وہ شریر و مکار کا خطاب دیتا ہے۔ مگر وہ (آنجناب کے متعلق) اعتراف کرتا ہے۔ دی قوتوں کے خزائن کا مالک جسم میں سڈول ذکی الفہم۔ پسندیدہ خصائل۔ غریبوں پر فیاض و مہربان۔ ہر شخص کے ساتھ خوش اخلاق دشمن کے مقابلہ میں دلیر و مستقل مزاج خدا کے نام کی تعظیم و تکریم اور تسبیح و تقدیس کرنے والا۔ بدکاروں۔ زانیوں۔ چوروں۔ رہزنوں۔ قاتلوں۔ لغاموں۔ مفتریوں۔ خونیوں۔ بخیلوں۔ اور جھوٹی گواہی دینے والوں کا مخالف صبر و تحمل۔ نیکی و فیاضی۔ رحم و کرم جود و سخا احسانمندی و شکرگذاری میں پرجوش۔ والدین اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم میں سرگرم اور خالق ازل کی تعریف و توصیف کی تعلیم و تلقین میں رطب اللسان! یہ امر قابل غور ہے۔ کہ ان اوصاف کے باوجود جارج سیل کی نظر میں محمد مجنون ہے۔ مگر کیا کسی مجنون بلکہ انسان میں ایسے فضائل پائے گئے ہیں؟ سچ ہے۔ ضد و تعصب کا دورہ جنون عالم و فاضل کو بسا اوقات عقل و ایمان سے محروم کر دیتا ہے۔

غیر مسلم دنیا کے کور چشم کوتاہ بین مدبرین کو جہاد کا مسئلہ ہمیشہ خوفزدہ کرتا رہا ہے۔ بلکہ خبیث و بد باطن اصحاب کے لئے اسلام سے نفرت دلانے کا بہترین آلہ تصور کیا گیا۔ اور سہل و موثر ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ لیکن دیگر الزاموں کی مانند اسکی بنیاد بھی نہایت کمزور اور تمام تر جہل و تعصب پر مبنی ہے۔

جہاد کی تشریح میں باسورتھ سمتھ کا ایک جملہ نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے محمد و محمدنزم میں وہ لکھتا ہے۔ "فی الواقع یہ صحیح ہے۔ کہ عیسائیوں کی مقدس جنگ ان کے بانی کی روح کے بالکل خلاف ہے۔ اور مسلمانوں کی لڑائی ان کے پیغمبر کی تعلیم و عمل کے بالکل مطابق ہے۔ محمد کی تعلیم و تلقین ... معمول و عمل سمجھنے کے لئے ذیل کی تشریحی مثال پر غور کرنا مناسب اور مفید ہوگا

دو مریضوں پر ایک مہلک وبائی بیماری نے شدید حملہ کیا ہے۔ دونوں مریض دو طبیبوں کی نگرانی میں علاج اور تیمارداری کے لئے پہنچائے جاتے ہیں۔ ہر قسم کی دواؤں اور علاجوں کی آزمائش کے بعد اطباء اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ ان حالات میں زہر کے سوا مریض کو کسی دوا سے شفا نہیں ہو سکتی۔ دونوں زہر کی خاصیت سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ معمولی حالتوں میں اس کا اثر جانگداز اور مہلک ہوگا۔ مگر موجودہ حالت میں چار و ناچار یہی آخری تدبیر ممکن ہے۔ یہاں تک وہ دونوں طبیب متفق الرائے ہیں۔ لیکن اب زیر علاج کے متعلق ان میں اختلاف شروع ہوتا ہے۔ ایک طبیب کافی احتیاط اور ضروری شرائط کے ساتھ مناسب حدود کے اندر خاص حالتوں میں اپنے مریض کے لئے زہر کا ایک قطرہ تجویز کرتا ہے۔ دوسرا طبیب نہایت سختی سے تاکیدی مخالفت کرتا ہے۔ کہ زہر اگرچہ بعض صورتوں میں نافع اور مجبوری جائز ہے۔ مگر زہر پھر زہر ہے۔ اور ہر حالت میں اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (باقی)

ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی آسان ترکیب

یہ ہے کہ آپ حسب ذیل کتابیں مصنفہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور سابق سردار سورن سنگھ جو موتیوں کے مول بھی سستی ہیں۔ نہ صرف خود پڑھیں۔ بلکہ ہندوؤں کو بھی پڑھ کر سنائیں۔ اور ان میں کثرت سے مفت تقسیم کریں۔ ان قابل قدر کتابوں کے مطالعہ سے بہت سی سعید ارواح دولت اسلام سے مالا مال ہو چکی ہیں۔

آریہ مذہب کی حقیقت آریوں میں تبلیغ کے لئے بےنظیر کتاب جو حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے۔

(۱) آریہ مذہب میں مکتی کا دروازہ بند (۲) آریہ مذہب کی تنگدلی۔ (۳) مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریوں کی خطرناک بدزبانی۔ (۴) آریوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت (۵) مسئلہ نیوگ اور قانون۔ (۶) ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم (۷) کیا آریہ وید الہامی ہیں؟ (۸) آریہ سماج کے ممبروں کی حالت (۹) ویدوں کی اندرونی سیر (۱۰) اندرونی سیر کا کچھ اور نظارہ (۱۱) ویدک ایشور کے کارنامے (۱۲) تناسخ کا بودا پن۔ (۱۳) پنڈت دیانند کا سنیاس عملی کسوٹی پر (۱۴) آریہ کتب میں شدھی کا دروازہ بند (۱۵) آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے۔ یا ایک سیاسی گروہ۔ (۱۶) روح اور مادہ کی ازلیت کا رد (۱۷) آریہ سماج کا راجپوتوں کی قومیت پر خطرناک حملہ گویا اس کتاب میں آریہ دھرم کی کتابوں کا عرق نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۴ر

ہندو دھرم کی حقیقت ہندو دھرم جسے سناتن دھرم بھی کہا جاتا ہے۔ آج تک مسلمانوں کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ اسلام کے نسبتاً زیادہ قریب ہیں۔ آج کل اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس معرکۃ الآراء کتاب میں حسب ذیل مضامین درج ہیں۔ (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں؟ (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ست جگ کے اوتاروں کے کارنامے۔ (۶) ایشور مچھلی کے روپ میں۔ (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں۔ (۸) ایشور سؤر کے روپ میں۔ (۹) ایشور اصل انسان اور اصل حیوان کے روپ میں۔ (۱۰) ترتیا جگ کے اوتار (۱۱) ایشور باونے کے روپ میں (۱۲) ایشور کلہاڑے والے کے روپ میں۔ (۱۳) رام اوتار۔ (۱۴) دواپر جگ کے اوتار۔ (۱۵) کرشن اوتار۔ (۱۶) بدھ اوتار۔ (۱۷) حضرت اسلام پر سوامی دیانند کی شہادت۔ (۱۸) مذہبی رواداری اور برکات اسلام پر ہندو لیڈروں کی شہادتیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان مضامین پر آپ ایک نظر ڈالنے سے ہی اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتاب کسقدر زبردست معلومات پر مبنی ہے۔ ہندوؤں کے کل گرنتھ جو ہزارہا اوراق پر مشتمل ہیں۔ اور آج تک مسلمانوں کے کانوں تک ان گرنتھوں میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک نہ پڑی تھی۔ اس کتاب میں ان گرنتھوں کا نچوڑ نکالکر رکھدیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ قیمت عہ

پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کا جواب

مشہور آریہ اور ویدک لیکچرار پروفیسر رام دیو بی۔ اے۔ گورنر گورو کل کانگڑی نے آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ پر اپنے خیال میں اسلام پر حسب ذیل چھ زبردست اعتراض کئے تھے۔ (۱) قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزنامچہ ہے۔ (۲) فرشتوں کا ذکر شاعرانہ ہے۔ (۳) پردہ بری چیز ہے۔ (۴) کثرت ازدواج زناکاری ہے (۵) گوشت انسان کی قدرتی خوراک نہیں۔ (۶) قرآن مجید کی نسبت گیتا اور رامائن زیادہ پاکیزگی دیتے ہیں۔ ان سوالوں کا نہایت زبردست اور دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئیے۔ کہ معترض کو گھر تک پہنچا دیا ہے۔ جواب نہایت مکمل اور جامع ہے جس محنت سے لکھا گیا۔ وہ دیکھنے اور پڑھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور تو اور خود پروفیسر موصوف بھی اس جواب کو پڑھ کر دنگ رہ گئے۔ قیمت ۸ر

باوا نانک کا مذہب

سکھ مذہب اسلام کے بہت قریب کیونکہ اس کے بانی حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ راسخ الاعتقاد ولی اللہ تھے۔ مگر ہم نے اس بہادر قوم کو جو دراصل ہمارے بچھڑے ہوئے بھائی تھے۔ کو اپنی طرف بلانے کی چنداں پرواہ نہ کی جسکا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ یہ دلاور قوم اسلام سے بیگانہ ہو گئی۔ یہ کتاب اس خطرناک غلطی کی بہترین تلافی ہے۔ اس جامع کتاب میں سکھ مذہب کی کل کتابوں کا جو ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ست نکالکر رکھدیا گیا ہے۔ یہ کتاب سالہا سال کے مطالعہ کی دیدہ ریزی کا نتیجہ ہے۔ اس میں اول معتبر واقعات اور شہادتوں کی بنا پر یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ہندوؤں کے ان مایہ ناز مذہبی عقائد کے سخت مخالف تھے۔ (۱) وید (۲) مسئلہ چھوت (۳) تیرتھ (۴) جنیو (۵) مورتی پوجا (۶) سوتک (۷) اوتار (۸) گئو رکھشا (۹) مردے کا جلانا (۱۰) جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) پارنج لگے۔ اس کے بعد مسلم واقعات کی بنا پر اس امر کو ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے ان عقائد کے دل وجان سے حامی اور عقیدتمند تھے۔ (۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قیامت پر ایمان (۶) ملائکہ پر ایمان (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صرف اسلام میں نجات (۹) شیطان سے پناہ (۱۰) مسلمانوں نے کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا۔ (۱۱) صوفیاء کرام سے نسل جو (۱۲) حضرت باوا نانک کے چیلے (۱۳) حضرت باوا نانک کے اقوال کا نقشہ

قرآن مجید۔ (۱۴) مسلمان کے تعلقات سکھ گوروؤں سے۔ ان مضامین پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اس امر کا بخوبی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ یہ کتاب کس دیدہ ریزی سے مرتب کی گئی ہے۔ اور کہ اس کتاب نے ایک بڑی بھاری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ نہ صرف خود مسلمان اس بکثرت واقعات سے آگاہ ہوں۔ بلکہ کثرت سے اسے سکھوں و نانک پنتھیوں میں مفت تقسیم کر کے اپنے تبلیغی فرض کو ادا کریں۔ قیمت عہ

ست اپدیش

یہ اسلام کے ایک خطرناک دشمن کی کتاب کا دندان شکن جواب ہے۔ یہ جواب کس پائے کا ہے۔ اس کے لئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے مبارک ملاحظہ فرمائیے۔ آپ اس کی بابت کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی کتاب ست اپدیش میں نے پڑھی۔ مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی۔ اس کے ختم کرنے پر قلب میں نہایت مسرت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالے آپکو جزائے خیر دے۔ ختم کرتے ہی انسان کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ باوا نانک صاحب ضرور مسلمان تھے۔ اور دل اس امر پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالے آپکی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائے گی۔ اور کثرت سے اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی۔ دس کتابیں میری طرف سے آپ سکھوں میں تقسیم کر دیں۔ اور قیمت مجھ سے وصول کریں۔" یہ تبصرہ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ یہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ قیمت عہ

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر

یہ وہ زبردست تاریخی مضمون ہے۔ جسکی فی زمانا سخت ضرورت تھی۔

ہندوؤں نے مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان جدائی اور دشمنی پیدا کرنے کے لئے جھوٹ موٹ یہ مشہور کر رکھا ہے۔ کہ مسلمانوں نے سکھ گوروؤں خصوصاً شری گورو گوبند سنگھ جی کو بہت ستایا۔ گورو صاحب کے صاحبزادوں کو قتل کرایا۔ وغیرہ۔ اس کتاب میں از روئے واقعات اور معتبر تاریخی شہادتوں کے اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچایا اور ایک دو کی طرح ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کے یہ الزامات بالکل غلط بلکہ ان سب جور وظلم کے بانی ہندو تھے۔ اور برخلاف مسلمان ہر آڑے وقت میں سکھوں کے کام آئے۔ اور سکھ گوروؤں کے پانی کی جگہ پسینہ بہایا۔ اس رسالہ کے زبردست اور معتبر ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ سکھوں کے مشہور اردو اخبار لائل گزٹ نے اس رسالہ کے مضمون کو حرف بحرف اپنی اخبار میں شائع کیا۔ ضرورت ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان اس مفید رسالہ کے قیمتی مضمون سے آگاہ ہو۔ اور کثرت سے سکھوں اور نانک پنتھیوں میں مفت تقسیم کیا جاوے۔ یہ رسالہ سکھوں کے تمام

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شیخ محمد یوسف ایڈیٹر قادیان سے شائع ہوا)